مفتی صاحب! میرا مال سپلائی کرنے کا کام ہے۔ میرے ایک دوست نے ایک سال پہلے ایک دوکان بنائی اور مجھ سے 10 لاکھ روپے کا مال ادھار پر لیا جس کی ادائیگی سات ماہ میں کرنا تھی، جب ادائیگی کا وقت آیا تو میرے دوست نے مجھ سے کہا کہ دس لاکھ جو میں نے آپ کے دینے ہیں، وہ میرے کاروبار میں لگادو، میں ان پیسوں سے مزید مال خرید کر اپنی دکان میں ڈال لوں گا اس دس لاکھ سے جو نفع حاصل ہو گا وہ ہم ادھا ادھا تقسیم کر لیں گے، اور اگر چاہوں تو ابھی اپنے پیسے واپس لے لو، اس میں آپ کا بھی فائدہ ہے اور میرا بھی، میں نے اس کی بات مان کر یہ پیسے کاروبار میں لگانے کی اجازت دے دی، اس نے ان پیسوں سے مال خرید کر اپنی دوکان میں ڈال لیا۔ اس بات کو تقریباً تین سے چار ماہ کا عرصہ ہو چکا ہے۔ ابھی تک میرے دوست نے مجھے کوئی نفع نہیں دیا، میرے مطالبہ پر اس نے کہا کہ میں نے آپ کے دس لاکھ روپے سے جو مال لیا اس میں مجھے کافی نقصان ہوا ہے، میرے دوست نے کیونکہ میرا مال دوکان میں الگ کر کے رکھا تھا اور ہر چیز کا حساب کتاب الگ سے لکھا ہوا تھا اس کو دیکھنے کے بعد مجھے اطمنان ہو گیا کہ واقعتاً نقصان ہوا ہے، اور میرے دوست کی اس میں کوئی غلطی بھی نہیں ہے، حساب کتاب کا خلاصہ یہ ہے کہ دس لاکھ کے مال سے تقریباً دو لاکھ کا مال تو خراب ہو گیا تھا جو پھکنا پڑا، باقی آٹھ لاکھ کا مال فروخت ہو چکا ہے جس پر تین لاکھ کا منافع حاصل ہوا ہے۔ اب ہم اس معاملہ کو یہیں ختم کرنا چاہتے ہیں، میرے دوست کا کہنا ہے دو لاکھ کا نقصان مجھے برداشت کرنا ہو گا اور تین لاکھ میں ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ دونوں میں تقسیم ہو گا باقی آٹھ لاکھ بھی آپ کا ہو گا میرے دوست کا یہ کہنا شرعا درست ہے؟ میں کسی قسم کی ناانصافی نہیں کرنا چاہتا اس لئے اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اب یہ نفع کس طرح تقسیم ہو گا؟ کیا میں نفع میں سے اپنا نقصان پورا کر سکتا ہوں؟۔ وضاحت فرمائیں۔ جزاکم اللہ۔

عرفان علی زئی

ہجرت کالونی کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلّیا

جواب سے پہلے دو اصول بطور تمہید ملاحظہ کرلیں:

(۱)۔۔۔مذکورہ معاملہ مضاربت ہے اور صورت مسئولہ میں مضاربت بالدین ہونے کی وجہ سے یہ معاملہ فاسد ہے، کیونکہ آپ نے مضاربت کا عقد کرتے وقت جس مال کو راس المال بنایا تھا وہ مُضارب پر دین تھا اور ایسا کرنا عقد مضاربت کو فاسد کر دیتا ہے۔ اور مُضاربتِ فاسدہ کا شرعی حکم یہ ہے کہ کاروبار میں جو بھی نفع ہو وہ سب کا سب رَب المال (سرمایہ فراہم کرنے والا) کا ہو گا، مُضارب کو صرف اس کے کام کی اُجرت مثل (یعنی اس جیسی مہارت و صلاحیت والا آدمی اس جیسے کام میں اتنے وقت کے لیے کام کرے تو جو اجرت اس کی بنتی ہے وہ اجرت) ملے گی، البتہ اُجرت مثل عقد میں طے شدہ حصے سے زائد نہیں دی جائے گی ۔۔۔۔۔۔ (جاری ہے۔۔۔)

(۲)۔۔۔عقد مضاربت میں مضارب کی غفلت اور کوتاہی کے بغیر نقصان ہو جائے تو اس کو نفع کی طرف پھیریں گے اور اگر نفع نہ ہوا ہو یا نقصان نفع سے بڑھ جائے تو پھر وہ رب المال یعنی سرمایہ دار کا نقصان ہو گا۔

لہٰذا سوال میں مذکور صورت میں اصول نمبر (۲) کے مطابق صرف ایک لاکھ روپے نفع شمار ہو گا یہ نفع اور باقی دس لاکھ روپے آپ کے ہیں۔ اور اصول نمبر (۱) کے مطابق آپ کا دوست (مضارب) صرف اجرت مثل کا حق دار ہے، کیونکہ آپ اور آپ کے دوست کے درمیان نفع آدھا آدھا طے ہوا تھا اس لیے اگر اجرت مثل پچاس ہزار سے زائد بن رہی ہو تو بھی آپ کا دوست صرف پچاس ہزار کا ہی مستحق ہو گا اس سے زائد کا وہ آپ سے مطالبہ نہیں کر سکتا۔ تاہم آپ اپنی خوشی سے زیادہ دینا چاہیں تو یہ بھی جائز ہے۔

الهداية في شرح بداية المبتدي (3/ 200)

قال: "المضاربة عقد على الشركة بمال من أحد الجانبين" ومراده الشركة في الربح وهو يستحق بالمال من أحد الجانبين "والعمل من الجانب الآخر" ولا مضاربة بدونها؛ ألا ترى أن الربح لو شرط كله لرب المال كان بضاعة، ولو شرط جميعه للمضارب كان قرضا.

المبسوط للسرخسي (22/ 29)

ولو كان لرجل على رجل ألف درهم دين فأمره أن يعمل بها مضاربة ويشتري بها ما بدا له من المتاع ثم يبيعه بالنصف **فهذا فاسد**؛ **لأن شرط صحة المضاربة كون رأس المال عينا** ولم يوجد ذلك عند العقد ولا بعده.

فالمديون لا يكون قابضا للدين من نفسه لصاحبه، وصاحب الدين لا يمكن أن يبرئه عن الضمان مع بقائه بدون القبض فإذا لم تصلح المضاربة فما اشتراه المديون فهو له لا شيء لرب المال منه في قول أبي حنيفة - رحمه الله - ودينه عليه بحاله وفي قول أبي يوسف ومحمد - رحمهما الله ما اشترى فهو لرب المال، والمضارب بريء من دينه وله على رب المال أجر مثله فيما عمل، وهو بناء على مسألة كتاب البيوع إذا قال لمديونه: اشتر بمالي عليك ثوبا هرويا وقد بيناها ثمة، **ثم عندهما المضاربة فاسدة فلهذا كان الربح كله لرب المال وللمضارب أجر مثله** ولو قال رب المال لرجل آخر اقبض ما لي على فلان ثم اعمل به مضاربة بالنصف فهو جائز؛ لأنه وكيل رب المال في قبض الدين منه، فإذا قبضه كان المقبوض بمنزلة الوديعة في يده فتنعقد المضاربة بينهما برأس مال هو عين في يده وذكر في النوادر أن هذا يكره؛ لأنه شرط لنفسه منفعة قبل عقد المضاربة ليس ذلك مما حصل به الربح وهو تقاضي الدين وقبضه فالكراهة لهذا والله أعلم.

الفتاوى الهندية (4/ 286)

(ومنها) أن يكون رأس المال عينا لا دينا فالمضاربة بالديون لا تجوز حتى أن من كان له على آخر ألف درهم فأمره صاحب الدين أن يعمل بها مضاربة لا تجوز المضاربة كذا في النهاية. وهذا بالإجماع كذا في محيط السرخسي. فلو اشترى المديون بعد ذلك وباع وربح أو خسر كان الربح له والخسران عليه وكان الدين عليه على حاله لرب الدين هذا قول أبي حنيفة - رحمه الله تعالى - **وعندهما ما باع واشترى يكون جائزا على صاحب**

(جاری ہے۔۔۔)

الدين فالربح له والخسران عليه وكان المديون بريئا عن الدين وله أجر مثل عمله علی رب الدين كذا في المحيط.

بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع (6/ 108)

(وأما) حكم **المضاربة الفاسدة**، فليس للمضارب أن يعمل شيئا مما ذكرنا أن له أن يعمل في المضاربة الصحيحة، ولا يثبت بها شيء مما ذكرنا عن أحكام المضاربة الصحيحة، ولا يستحق النفقة، ولا الربح المسمى، **وإنما له أجر مثل عمله**، سواء كان في المضاربة ربح أو لم يكن؛ لأن المضاربة الفاسدة في معنى الإجارة الفاسدة، والأجير لا يستحق النفقة ولا المسمى في الإجارة الفاسدة، وإنما يستحق أجر المثل، **والربح كله يكون لرب المال**؛ لأن الربح نماء ملكه، وإنما يستحق المضارب شطرا منه بالشرط، ولم يصح الشرط فكان كله لرب المال، والخسران عليه، والقول قول المضارب في دعوى الهلاك والضياع والهلاك في المضاربة الفاسدة مع يمينه، هكذا ذكر في **ظاهر الرواية** وجعل المال في يده أمانة كما في المضاربة الصحيحة وذكر الطحاوي فيه اختلافا، وقال: لا ضمان عليه في قول أبي حنيفة وعندهما يضمن كما في الأجير المشترك إذا هلك المال في يده.

مجلة الأحكام العدلية (ص: 275)

المادة (1426) استحقاق رب المال للربح هو بماله فلذلك يكون جميع الربح له في المضاربة الفاسدة ويكون المضارب بمنزلة أجير المثل لكن **لا يتجاوز المقدار المشروط** حين العقد ولا يستحق أجر المثل أيضا إن لم يكن ربح.

المادة (1427) إذا تلف مقدار من مال المضاربة **فيحسب في بادئ الأمر من الربح** ولا يسري إلى رأس المال , وإذا تجاوز مقدار الربح وسرى إلى رأس المال فلا يضمنه المضارب سواء **كانت المضاربة صحيحة أو فاسدة**.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد طاہر عفی عنہ

دارالافتاء جامعۃ السعید

نزد نرسری کراچی

16 جمادی الثانی 1443ھ

20 جنوری 2022ء

الجواب صحیح

الجواب صحیح

الجواب صحیح